

4000

54610

4004

10000

730
تالی

الحج و هو بطل البطل

الحمد لله الذي جعل في هذا الكتاب منافع كثيرة لا يحصى

٤٥٥٥



فربما يشرب القاب بسم الله الرحمن الرحيم على بنينا نضار

طبع المطبع اعجاز محمد الكه



بسم الله الرحمن الرحيم

۱ محمد لله رب العالمين والصلوات على خاتم النبيين صلى الله عليه واله واصحابه وسلم

بے ادب محروم گشت از لطف رب
بلکہ آتش در ہرہ آفاق زد

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب خود را نہ تنہا داشت بد

مکرم بندہ جناب محمد جان صاحب زاد لطفہ - السلام علیکم - آپ کے سوال کا جواب
جو مولوی منظور محمد صاحب نے دیا ہے خاکسار کی نظر سے گذرا غاب آپ کا سوال تو
دیکھ کر افسوس جناب مولوی صاحب نے جواب میں نوک جھوک کر کے کسی قدر بے
لطفی کر دی۔ میں جہانگیر خیال کرتا ہوں دینی امور کے سوال و جواب میں
چاہئے سائل کی جانب سے ہو یا جواب دہ ہندہ کی اس قسم کی نوک جھوک بے ادبی میں
داخل ہے۔ دینی امور کی تحقیق نہایت تہذیب کے ساتھ ہونی چاہئے میں امید
کرتا ہوں کہ آئندہ کو جناب مولوی صاحب نے منصب کا خیال فرما کر ایسی تحریر سے
معاف فرما دیں گے اس قسم کی تحریر کا نتیجہ سوائے نقصانیت کچھ نہیں اور نفس کا یہ
حال ہے کہ نفس معیوب کہتا ویران کند پو خلق را گمراہ و سرگردان گمراہ

قرن قرن از نفس شوم بے ادب و ناگمان اندر جهان میزد و لب و زبانی اسد تعالیٰ اس
 کافر نہانی کی سرکشی سے کل اہل اسلام کو بچا دے۔ آمین۔ خاکسار مولوی صاحب
 کی اس تحریر سے درگزر کر کے جو آتش نفس کو بڑکانے والی ہے۔ اصل سوال
 و جواب کی نسبت عرض کرتا ہے۔ قولہ جنابین گیارہویں حضرت پیران پیر کی قرآن
 اور حدیث فقہ اور اجماع سے ثابت نہیں۔ اگر آپ کو ثبوت کا دعویٰ ہے تو کوئی
 آیت یا حدیث یا قول مجتہد صاف صریح قطعی یا ظنی پیش کیجئے ہم تسلیم کر لیں گے۔
 اقول جناب مولانا صاحب اپنے تو اول ہی سے سوال دیگر جواب دیگر کا دہنگ
 ڈالکر مضمون سوال کو بطرز دیگر کر دیا حضرت سوال تو یہ ہے (آپ تعین گیارہویں
 کا آیت اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے ناجائز ہونا ثابت کیجئے) آپ نے لفظ
 تعین کو جس سوال کا دار و مدار ہے نہیں معلوم کس حکمت عملی کی غرض سے ترک
 کر کے محض گیارہویں کی بحث وہ بھی خلاف سوال شروع کر دی۔

اس سوال کا جواب انصافاً یوں ہونا چاہئے تھا کہ تعین گیارہویں فلان آیت یا حدیث
 وغیرہ سے ناجائز ہے۔ بجائے اسکے آپ یوں فرمانے لگے کہ گیارہویں حضرت پیران
 پیر کی قرآن اور حدیث اور فقہ اور اجماع سے ثابت نہیں۔ میں آپ کی خدمت میں نہایت
 ادب سے عرض کرتا ہوں کہ سائل کے سوال میں تعین گیارہویں کے جواز اور عدم جواز
 کی بحث ہے گیارہویں کے ثبوت اور عدم ثبوت کا ذکر نہیں اپنے سائل کے سوال کی
 طرف توجہ نہیں فرمائی۔ ورنہ ممکن نہیں تھا کہ آپ جیسے فیصلہ جواز اور ثبوت میں
 فرق فرماتے۔ اب مجھ کو زیبا نہیں کہ میں آپ جیسے حضرات کے حضور میں ان نقطوں کا
 فرق عرض کروں آپ خود جانتے ہیں۔ ہاں اس قدر ضرور عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ نے
 سوال کی طرف توجہ نہیں فرمائی تو آئندہ کو عنایت فرما کر لفظ لفظ پر عبور فرمایا کیجئے۔
 اور اگر یہ طرز کسی حکمت عملی کی وجہ سے اختیار کی ہے تو اسکو منصف مزاج لوگ پسند

نہیں کرتے جہاں تک ممکن ہو اس انداز کو ترک فرمائے۔ سوال کا جواب صاف اور صریح الفاظ
 میں عنایت فرمایا کیجئے۔ علاوہ اسکے سائل تو خود جناب سے سوال کرتا ہے اور جناب
 سائل سے یوں فرمانے لگے کہ اگر آپ کو ثبوت کا دعویٰ ہے تو کوئی آیت اور حدیث
 وغیرہ پیش کیجئے۔ مولانا صاحب یہ تو کوئی طریقہ نہیں انصافاً یہ طریقہ بحث آپکا خلاف
 طریقہ اور جواب آپکا نامکمل ہے بیشک اسی قسم کی بحث کو بلا سبب طول ہوا کرتا ہے۔
 اور اسی قسم کی گفتگو کو انصاف پسند لوگ ناحق کی تو تو میں میں کہا کرتے ہیں سوائے اسکو
 نہ سائل کا اطمینان ہوتا ہے اور نہ دیگر طالبان حق کی دلچسپی۔ لیجئے اب میں کچھ عرض
 کرتا ہوں جناب مولانا صاحب اس قسم کے مسائل میں ایک مدت سے خیالی اور ظنی
 امور پر بحث کو طول ہو رہا ہے اور باعث طول عدم واقفیت ہے یا نفسانیت شعر
 جنگ ہتھکڑی دولت ہمہ را عذر بنہ چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زوندہ یا بنفین گیارہون
 وغیرہ کی حالت بعینہ اوس شخص کی سی ہے کہ جو کہ بندہ خدا پر اسوجہ سے اعتراض کرے
 کہ اوسے یوں کیوں کہا کہ میں نے شاہجہان کی مسجد میں نماز پڑھی ہے۔ یوں کیوں نہیں
 کہتا کہ خدا کی مسجد میں نماز پڑھی ہے۔ ایسی حالت میں ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ معترض
 غلطی پر ہے۔ کیونکہ ہر مسجد خانہ خدا ہے مگر یہ بھی ضرور ہے کہ بنوائے والوں کے
 نام سے نامزد ہوتی ہے تو اس قسم کے نامزد ہونے سے مسجد خانہ خدا ہونے سے
 خانہ بندہ نہیں ہو سکتی۔ یہ معترض صاحب کی بدگمانی ہی بدگمانی ہے۔ اہل حال
 یہ ہے کہ گیارہون بڑے پر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اور ایسی ہی اور بہت سی نذرین
 ہیں جنکے موجب کسی ہیئت خاص کے ساتھ اکابر اولیا رضی اللہ عنہم ہوئے ہیں اور وہ
 اسوقت تک اونہی کے نام سے نامزد ہیں جنکو بدگمان لوگ جنکا عمل ظن المؤمنین خیر
 (گمان کرو مومنوں کو اچھا) پر نہیں ہے۔ اونہی کی نذر سمجھ کر نذر غیر المؤمنین داخل
 کرتے ہیں اور کفر اور شرک تک نوبت پہنچا دیتے ہیں فی نفسہ یہ تمام نذرین جو اولیا اللہ

کے نام سے نامزد ہیں محض نذر اللہ ہیں۔ اگر تمام دنیا کے مانعین گیارہویں وغیرہ جمع ہو کر مجوزین
 گیارہویں کی کسی کتاب سے اپنی بدگمانی کا ثبوت دینا چاہیں گے تو ہرگز نہ دے سکیں گے۔ یعنی
 مجوزین کی کسی کتاب کا یہ ثابت نہ کر سکیں گے کہ گیارہویں وغیرہ نذر اللہ نہیں محض بزرگوں کی
 ہی نذر ہے مانعین محض گمان ہی پر کچھ کا کچھ خلاف واقع بیان کر کے بندگان خدا کو نذر
 اللہ سے باز کر رہتے ہیں اور خود مانع خیر میں داخل ہوتے ہیں۔ کیفیت اسکی یہ ہے کہ نذر اللہ
 بہر حال جائز اور ایفا و سکا واجب اور نذر غیر اللہ بہر طور ناجائز اور ایفا و سکا منع ہے چنانچہ اسکی
 کیفیت قرآن اور حدیث اور فقہ میں بالتفصیل موجود ہے جسکا دل چاہی و دیکھو۔ میں یہ موقع پر مختصر طور سے عرض
 کرتا ہوں کہ نذر چار طرح کا ہوتا ہے اول نذر طاعت میں جیسے نماز روزہ وغیرہ اس کا
 ایفا واجب ہے۔ دوسری نذر معصیت میں جیسے چوری و زنا وغیرہ اسکا ایفا ناجائز ہے
 تیسرے نذر کرمہ میں جیسے نوافل و افعال مباح کا چھوڑ دینا اسکا ایفا بھی نہیں چاہیے
 چوتھی نذر مباح میں۔ اور نذر مباح کی پانچ قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ کوئی شخص
 اپنے ولیمین یوں نیت کرے کہ اے اللہ اگر میرا فلان کام برآوے گا تو میں اس قدر نقد
 یا جنس یا روزہ نماز وغیرہ ادا کر دوں گا۔ یہ بالاجماع جائز ہے دوسرے یہ کہ کوئی
 شخص یوں نیت کرے کہ یا اللہ بطفیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا یہ برکت
 فلان ولی میرے فلان کام کو درست فرما تو میں اس قدر نقد یا جنس وغیرہ فقیروں کو
 تقسیم کروں گا یہ بھی بالاتفاق جائز ہے تیسرے یہ کہ کوئی شخص بطریق ادبیہ
 کسی نبی اللہ یا ولی اللہ کی روح مبارک کی طرف متوجہ ہو کر یوں عرض کرے کہ میرے
 فلان کام کی اسلوی کیواسطے بدرگاہ محیب الدعوات و عافیت مائے بعد حصول مراد میں
 اس قدر نقد یا جنس یا کھانا وغیرہ اللہ واسطے تقسیم کرے اور سکا ثواب آپ کی روح کو بخشوں گا
 یہ بھی بزرگان دین کے نزدیک جائز ہے چوتھے یہ کہ کوئی شخص یوں نیت کرے
 کہ یا اللہ اگر میرا فلان کام برآوے گا تو میں تیرے فلان نبی یا فلان ولی کے مقد

مبارک کے خدام اور مسافروں کو اس قدر نقد یا جنس یا کھانا کھلاؤں گا۔ یہ بھی سیکھنے لیں
 جائز ہے یا پھوپھیں یہ کہ کوئی شخص یون نیت کرے کہ یا اسد اگر میرا کام بر آوے گا
 تو میں فلان ولی اسد کے مزار کی مرمت کراؤں گا۔ یا فلان ولی اللہ کے مزار کی روشنی
 کیو اسطے روغن بھیجوں گا۔ یا فلان مسجد کی واسطے فرش درمی یا بور یہ دوں گا۔ اس
 قسم میں اختلاف ہے بعض نے اس نذر کو صحیح نہیں مانا۔ اور بعض کے نزدیک یہ
 نذر بھی صحیح ہے اب اگر انصاف کی آنکھ سے دیکھا جاوے تو یہی قسمیں نذر کی رائج
 ہیں اور انہی اقسام میں سے ہر شخص حسب حال اپنے کسی نہ کسی قسم کی نذر کرتا ہے
 جسکو بدگمان لوگ بوجہ اپنی بدگمانی کے داخل نذر غیر اسد کر دیتے ہیں۔ نذر اسد
 اور نذر غیر اسد میں تمیز نہیں کرتے نذر غیر اسد کی یہ صورت ہے۔ کہ کوئی شخص
 کسی نبی اسد یا ولی اسد کے مزار مقدس پر حاضر ہو کر یون عرض کرے کہ اے نبی اسد
 اور اے ولی اسد مجھ کو اولاد دے یا میرے مال میں برکت کر و تو میں تمہاری اس قدر
 نذر دوں گا۔ اگر اس شخص کا عقیدہ یہی ہے کہ یہ نبی اسد اور ولی اسد خود بالذات
 اور بالاستقلال اولاد دینے والے اور مال میں برکت کرنے والے ہیں تو یہ نذر بالاجماع
 اور بالاتفاق شرک ہے۔ اور شے منذور کا کھانا حرام ہے۔ اب میں جناب مولوی
 صاحب کے خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ گیارہویں وغیرہ میں وہ کیا شے ہے جو مکروہ
 یا حرام ہے اور وہ کون فعل ہے جو شرک اور کفر ہے۔ اپنے اپنی تحریر سابق میں۔
 ایک قسم کی گیارہویں کو جائز لکھا ہے اور ایک قسم کو شرک چنانچہ میں ابھی اقسام جانبہ
 کو بھی لکھ آیا ہوں اور قسم شرک کو بھی اب اگر آپ اپنے دعوے کے سچے اور علم
 کے پکے ہیں تو عنایت فرما کر مجوزین گیارہویں وغیرہ کے کسی ایک کتاب ہی سے
 اسکا ثبوت عنایت فرمائے کہ فلان کتاب میں فلان بزرگ نے یون لکھا ہے
 کہ یہ نذر محض بڑے پیر صاحب ہی کے نذر ہے اور ہم بڑے پیر صاحب ہی کو

مستقل حاجت روا اور مشکل کشا جانکر اونسے استعانت اور امداد چاہتے ہیں
 اور بعد حصول مراد اون ہی کی تذر کرتے ہیں۔ جناب مولوی صاحب اگر آپ
 اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش فرماویں گے تو میں بیشک آپ کو سچا مسلمان اور عالم حقانی
 سمجھ کر آپ کی پروپی اختیار کروں گا۔ اور بصورت دیگر کیا عرض کروں۔ میں دعویٰ
 سے کہتا ہوں کہ جس وقت جناب اپنے دعویٰ کا ثبوت کسی کتاب سے پیش کریں گے
 تو اس وقت میں ہی ان تمام نذر و نکو جو اولیاء اللہ نے ایجاد کی ہیں اور بوجہ ایجاد
 وہ انہیں کے نام سے نامزد ہیں انہیں کی تالیفات اور تصنیفات سے انکا نذر
 اسد ہونا ثابت کروں گا ورنہ اس وقت مجھ کو ضرورت نہیں کہ میں قبل از وقت اسکا ثبوت
 دیکر اپنا وقت ضائع کروں اس وقت ثبوت آپکے ذمہ ہے آپ ثابت فرمائے کہ
 کہ فلان کتاب میں کیا رہو میں کو بہ نیت نذر غیر اسد لکھا ہے۔

باقی رہا قضیہ تعین سو وہ بھی نذر اللہ میں خواہ تعین وقت ہو خواہ تعین جایا تعین شے
 منذور جائز ہے۔ کیونکہ شارع علیہ السلام کی جانب سے نذر اسد میں اس قسم
 کی تعین و تقرر کا ہونا ثابت نہیں یہ کل تعین نذر کرنیوالے کی نیت پر منحصر ہے جناب
 اسکی نظیر احادیث میں موجود ہے۔ روایت ہے عمر بن شعیب کہ نقل کی اپنے باپ سے
 اوسنے نقل کی اپنے دادا سے یعنی عبداللہ بن عمر سے یہ کہ ایک عورت نے کہا
 یا رسول اللہ تحقیق میں نے نذر مانی ہے کہ بجاؤں میں دف آپکے روبرو وقت آئے
 آپکے جہاد سے۔ فرمایا پوری کر لے نذر اپنی۔ نقل کی یہ ابو داؤد نے اور زیادہ
 زرین نے کہ کہا اوس عورت نے اور نذر مانی ہے میں نے یہ کہ فرج کروں میں بیچ
 فلاں اور فلاں کے وہ مکان کہ فرج کرتے تھے اوسمیں جاہلیت کے لوگ پس
 فرمایا حضور نے کیا تھا اوس مکان میں کوئی بت جاہلیت کے بتو نہیں سے۔ کہ پوچھا
 جاتا تھا۔ عرض کیا اوس عورت نے کہ نہیں۔ پھر فرمایا حضور نے کیا تھا اوس میں

کوئی سیلا۔ میلون اوکے سے عرض کیا او سنے کہ نہیں فرمایا حضور نے کہ پوری کرتا
 اپنی۔ اس روایت میں ہر قسم کا تعین موجود ہے کہ وہ شارع علیہ السلام کی جانتی نہیں
 بلکہ اس عورت نذر کہ نبی الی کی جانب سے پائے جاتے ہیں۔ علاوہ اسکے اس روایت
 سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ نذر کرنے ایسے اشیاء میں جنکو شریعت نے مباح کیا ہو
 مباح ہے۔ کیونکہ شارع علیہ السلام نے دف بجانے کی نذر کو ادا کر نیک حکم فرمایا
 ہے۔ دف بجانا شرعاً طاعت میں داخل نہیں مباح میں داخل ہے۔ سوائے اسکے
 اس روایت سے دف بجانا بھی مباح معلوم ہوا۔ ثواب گیا رہوین وغیرہ کا جو فی نفسہ
 نذر اسد میں داخل ہیں تعین وقت اور جا اور شے مندر کے ساتھ ادا کرنا ثابت ہو
 اس موقع پر میں یہ بھی ثابت کرتا ہوں کہ جس قدر تعین اور تقررات دینی اور دنیوی
 میں کتاب اور سنت سے ثابت ہیں اوکے علاوہ جس قدر تعینات اور تقررات صلحا
 امت کی طرف سے ہوئے ہیں اور تاقیامت ہونگے اولہ شرعیہ میں داخل ہیں نہ کہ
 بدعت ضلالت میں جیسا کہ فی زمانہ بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ علاوہ کتاب اور
 سنت کے تعینات اور تقررات کے کل بدعت ضلالت میں داخل ہیں۔ اصل حال
 یہ ہے کہ اسد تعالیٰ جل شانہ نے عبادت کو علت تخلیق جن وانس فرمایا ہے
 ما خلقت الجن والانس لاجوان + جز عبادت نیست مقصود از جہان۔ اور نتیجہ عبادت عرفان
 ہے اور معرفت۔ اور معرفت حق تعالیٰ اصل ہے جمیع معارف یقینی اور عقاید دینی
 کے اور وجوب واجبات شرعیہ کی ترتیب معرفت ہی پر منحصر ہے اگرچہ حصول معرفت
 کے طریق بجا اور ببعید ہیں لیکن اکابر دین نے معرفت کو دو قسم پر منقسم کیا ہے۔ ابتدائی
 و کشفی۔ اور معرفت کا حاصل ہونا خواہ وہ کسی قسم کی ہو بلا واسطہ انبیاء علیہم السلام
 محال ہے۔ کیونکہ اس عالم اسباب میں اس سبب الاسباب نے اپنی سنت
 یونہی جاری کر رکھی ہے کہ سلسلہ توالد و تناسل بلا از دواج والدین نہیں ہوتا۔

اگرچہ قدرت میں اوسکی ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کر دیا۔ مگر عباد کا مستحق
 ہے۔ ایسے ہی بغیر اتحاد و صحبت و عنایت و شفقت انبیاء علیہم السلام کو لیا۔ کاملین کے
 رضی اللہ عنہم کی تولید حقیقی یعنی حصول معرفت نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ اوسکی قدرت میں یہ
 بھی داخل ہے جیسے کہ بعض مجدد و بون کو کمال حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر سنت اللہ یونہی
 جاری ہے کہ بلا واسطہ اولیاء رضی اللہ عنہم و انبیاء علیہم السلام کے حاصل ہونا معرفت
 کمالیہ و مستقیم ہے۔ پس اوس سبب الاسباب نے جب تک چاہا تعلیم معرفت معرفت
 انبیاء علیہم السلام کے جاری رکھی یعنی آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت خاتم النبیین محمد رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ہر زمانہ میں انبیاء علیہم السلام رونق افروز عالم رہے اور
 بندگان خدا کو اقوال و افعال و عبادات و رسومات و معاملات و اعتقادات
 ظاہری و باطنی کی راہ مستقیم بتاتے رہے۔ اور سعیدان ازلی اور مکے نوریات اور اثر
 صحبت اور جذب باطنی اور روحانے سحری کی وجہ سے معرفت حقیقی اور ولایت
 مطلق اور خلافت ظاہری و باطنی و وراثت نبوت و امامت سے مشرف ہوتے
 رہے۔ آخر کار یہ منصب نبوت مع جمیع کمالات نبوت ہمارے بادشاہ محمد رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا۔ یعنی وہ تمام کمالات جو دیگر انبیاء علیہم السلام کو جدا
 جدا عطا ہوئے تھے۔ وہ کل ذات محمدی میں جمع ہوئے۔ حسن یوسف دم عیسیٰ یحییٰ
 بیضاداری ڈاؤنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری و علاوہ اسکے کل کمالات کا رخانہ
 نبوت کے حضور ہی کی ذات پر ہمہ وجوہ ختم ہوئے۔ قفلہائے ناکشاوہ ماندہ بودنی
 از کف اتانما تمنا بر کشود ڈاؤنچہ گویا ختم نبوت اور تشریع شریعت تو ذات پاک صاحب
 لولاک پر ختم ہو گئے۔ اب قیامت تک کوئی صاحب کثرت نہوگا اور عادات الہی و حکمت
 الہی مقتضی اسکی ہے کہ بلا محبت و اتباع انبیاء علیہم السلام حصول معرفت ممکن نہیں
 اسلئے اوس پاک بے نیاز نے واسطے اجرا اپنی حکمت کاملہ کے اپنے بندوں کو

یوں حکم فرمایا اِنَّهَا لِلَّذِي لَا مَلٰٓئِكَةً يُطِيعُوْنَ اَمْرًا مِّنْهُ لِيُطِيعُوْا الرَّسُوْلَ وَ اُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقِيْنَ اے
 ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور سردار کی جو تم میں
 سے ہوئے۔ اور ایسی ہی اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اطاعت کرو اپنے
 سردار کی۔ گویا اس میں بشارت ہے اس بات کی کہ اے میرے بندو میں نے اگرچہ
 تمہارے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم میں سے اٹھالیا ہے مگر تم کو بے سرا
 نہیں چھوڑا ہے تمہاری رہنمائی کے واسطے صاحبانِ امیر یعنی نایبان رسول اور
 دارشان نبی تا قیام قیامت قائم رہیں گے۔ پس ہر دورے ول قائم است و تا قیامت
 آزمائشِ دائم است و اور اسی طرح سے اپنے محبوب محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم
 کی تسکین فرمائی۔ مصطفیٰ را وعدہ کرد اللطاف حق و گریہ میری تو نمیر و این سبق و من ترا
 اندر دو عالم حافظم و طاعتیان را از حدیث را انضم و کس نیاید پیش و کم کروں در و و
 تو بہ از من حافظ و دیگر جوڑیہ حفاظت خداوندی گویا رحمتِ خاص ہے اپنے بند و پیر کہ
 وہ خود اوس وسیلہ کا جس کے ذریعہ سے اوس کے بندے اوس کے وصال سے مالا مال ہوتے
 رہتے ہیں محافظ ہے۔ سبحان اللہ یہ حفاظت ایک رمزِ لطیف کہتی ہے۔ حافظ شیرازی
 رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ پر تو معشوق اگر افتاد بر عاشق چہ شد و ماہد و محتاج بودیم او بہ اشتاق
 مولانا معنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ گر نباشد عشق ماہر و اے او و چو مرغ نہ بے پروا و
 پروا بالی ما کند عشق اوست و سوکشانش بیکشد تا کوئے دوست۔ اور حدیث قدسی کہتے
 کَثُرَتْ فَحْيِيَّتَا فَخَيِّبْتُ اَنْ اَخْرُقَ فَمَلَقْتُ اَخْلَقُ اس مضمون کی شاہد ہے اور خواجہ معینی فرماتے
 ہیں۔ صحبتِ یحیوم و یحیونہ چہیت و گریہیت ابتداءے محبت از انظر و تحقیق اسکی یہ ہے
 کہ ذاتِ پاک حق سبحانہ بعد ذاتِ خود عالم و عالمان سے مستغنی ہے اور وہ یہ ہے
 مگر باوجود استغنائے ذاتی ظہور تنقاضی اسکا ہے کہ مظاہر زنگ کا تا ظہور ظاہر
 قیام رہے اور کمال ذاتی اوسکا اصلاً محتاج نہیں مگر چونکہ ظہور اسرار الہی موقوف ہے

عشقِ یحییٰ

حق و خلق پر۔ اسلئے اوس خالق نے خلق کو پیدا کیا اور اس میں سے حضرت انسان کو جو جامع
 جمیع صفات اسماویہ و کونیہ ہے آئینہ جمال خود بنایا تاکہ صفت محبوبیت اور معشوقیت کو
 مشاہدہ فرماوے اسلئے حق سبحانہ عشق اور محبت سے موصوف ہوا۔ پس انسان کامل
 اسی جمعیت کے باعث مستحق خلافت ہوا اور خلیفہ کے واسطے یہ شرط لازمی ہے کہ
 خلیفہ وہ ہی ہوتا ہے جو اون تمام صفات سے متصف ہوتا ہے جسے خلیفہ کرنے والا
 متصف ہو چنانچہ اکابر دین کا اس پر اتفاق ہے کہ انسان کامل سوائے وجوب ذاتی
 کے کل اسما و صفات سے متصف ہوتا ہے اسکی تفصیل دراز ہے حاصل کلام یہ
 ہے کہ خلیفہ برحق منظر اتم اور آئینہ جمال حق ہے یہ ہے منظر اتم مقصود ایجاد موجودات
 ہے یہ ہی شایان لولاک لما خلقت الافلاک ہے۔ یہ برزخ کبرا اور وسیلہ عظمیٰ ہے
 یہ ہی نبی الانبیاء اور یہ ہی خاتم الانبیاء ہے۔ یہ ہی مقیم مقام دینی یہ ہی مسافر اودنی
 ہے یہ ہی قابل خلعت فاو حی یہ ہی محرم اسرار ماو حی ہے۔ سبحان اللہ۔

اوست ایجاد جہان را واسطہ و در میان خلق و خالق رابطہ و شاہباز لامکانی
 جان او و رحمتہ العالمین در شان او و عارف اطوار سترہ جزو کل و خلق اول روح
 اعظم عقل کل و علت غائی زائر کن فکان و نیست بغیرات آن صاحب قرآن و
 رہنمائے خلق ہادی سبیل و مقتدائے انبیاء ختم رسل و اسے برادران دینی ہمارے
 ہی بادشاہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے جو ازل سے
 ابد تک باعث فیض عالم و عالمیان ہے نہ کسی نبی علیہ السلام کو نبوت نہ کسی رسول
 علیہ السلام کو رسالت نہ کسی ولی رحمۃ اللہ علیہ کو ولایت بغیر وسیلہ آنحضرت ملی
 ہے نہ ملے گی۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ جس طرح حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 جامع جمیع صفات و کمالات ہے ویسے ہی نبوت بھی آپکی جامع جمیع مراتب نبوت ہے
 جسقدر انبیائے سابقین گذرے ہیں اون کل حضرات علیہم السلام نے نوز نبوت نہایت

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے حاصل کیا ہے پس نبی علیہ السلام نے
 دعوت خلق بدین وطریق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر کی ہے۔ گویا ہر نبی علیہ السلام کی
 شریعت حقیقت میں شریعت محمدی بھی تھی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور بعثت ہر نبی علیہ السلام
 کی ہر وقت میں اور ہر زمانہ میں موافق استعداد قوم اور اہل زمانہ کے ہوتے رہے
 اور ہر زمانہ کے اہل زمانہ اپنے اپنے استعداد کے موافق نبی وقت سے سبق معرفت
 حاصل کرتے رہے یعنی آدم علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک کوئی
 زمانہ انسان کامل کو مظهر کامل اور خلیفہ برحق سے خالی نہیں رہا۔ یعنی جب تک اللہ تعالیٰ
 نے چاہا ہر ربیعہ انبیاء علیہم السلام بند و نکو اپنی طرف بلا یا جب زمانہ اون حضرات کے
 ظہور کا آیا جنکی استعداد کامل تھی اور جسکی ذات پر تکمیل کا رخانہ ظہور منحصر تھے تب
 اپنے مظهر کامل یعنی محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور فرمایا جس طرح سے ذات
 محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل ظہور عالم اور بعد آفرینش آدم علیہ السلام حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک حضرات کامل الاستعداد یعنی انبیاء علیہم السلام کو تعلیم
 نبوت فرمائی اور سبط جسے اس عالم میں رونق افروز ہو کر اون حضرات کو جنکی استعداد
 کامل تھی سبق معرفت بڑھا کر درجہ خلافت اور مقام ولایت سے مشرف فرمایا اور
 بعد تکمیل دین یعنی اکملت لکم دینکم سے مخاطب ہو کر اور اس خلافت کو بحکم حق جو
 معرفت انبیاء علیہم السلام کے چلی آتی تھی اولیاء امت رضی اللہ عنہم کے سپرد فرما کر
 تشریف فرما اس عالم کے ہوئے۔ یعنی جو خلافت معرفت انبیاء علیہم السلام کے قائم
 ہوتی چلی آتی تھی بعد تشریف برسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تا تشریف آورد می عیسیٰ
 علیہ السلام کے اولیاء امت مرحومہ کے ذریعہ سے قائم رہے گی۔ کیونکہ قیام عالم
 و عالمیان محض خلیفہ اللہ ہی کے قیام پر منحصر ہے۔ جسوقت خلیفۃ اللہ زمین پر شوگا
 یعنی کوئی خدا کا نام لینے والا زمین پر نہ رہے گا قیامت قائم ہو جاوے گی۔ پس بہر دور و مکان

کے جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں یہی معنی ہیں۔ اور وہ یہی سبق ہے جسکی حفاظت
 کا وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا ہے لکن میری
 توفیق و این سبق پس بطرح ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع جمیع کمالات نبوت
 ہے ویسی ہی ولایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جامع جمیع کمالات ولایت ہے جیسے
 انبیاء علیہم السلام نے نور نبوت مشکوٰۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کر کے بندگان
 خدا کو فیض سے معمور فرماتا ویسے اولیاء رضی اللہ عنہم نور ولایت مشکوٰۃ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کر کے تشنگان معرفت کو سیراب کرتے ہیں۔ پس بطرح
 ہر نبی علیہ السلام کی شریعت حقیقت میں شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تھی ویسے
 ہی ولایت ہر ولی کی اور اسکا اجتہاد عین شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
 اھم اکبر خلیفۃ اللہ اور نائب رسول اللہ کی بڑی شان ہے۔ خلیفۃ اللہ کیا ہے سایہ
 رب العالمین ہے۔ سایہ یزدان بود بنوہ خدا + مردہ این عالم و زندہ خداؤ ہم سایہ
 انبیاء و مرسلین ہے۔ چونکہ دست خود بدست او دہی ڈالیں دست اکلان پیرون جہی ڈالیں
 کو نبی وقت خویش ست اسے مرید ڈالتا زو نور نبی آید پدید ڈال ہمنشین ملائکہ مقربین ہیں
 ہیں کہ اسرافیل وقتند اولیا۔ مردہ رازیشان حیات است و غاڈ باعث احیاء و دین ہیں۔
 گر نہ بنیایان بندے و شہان ڈجلہ کو ران مردہ اندے در جہان ڈول او سکا عرش
 رحمن ہے۔ گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است ڈمن بکنجیم ہیچ در بالا و پست ڈدرول
 مو من بکنجیم اسے عجب ڈگر طلب داری دران دلہا طلب ڈغصہ او سکا غصہ کبریا کی
 ہے۔ خشم مرغی نباشد خشم او ڈمنقلب او غالب و مغلوب جو ڈمعارضہ او سکا
 معارضہ تقدیر اور مخالفت او اسکی مخالفت ڈب قدیر ہے۔ بندگان دار بند لا بد کجاوڈ
 مشکما شان پر زآب جوئے او ڈغرضکہ جد شریف بری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے منصب خلافت کا اسطور سے انتظام قائم ہے کہ خلیفۃ اللہ اور نائب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم تاقیام قیامت فیض حاصل کر کے بندگان خدا کو فیض پہنچاتے رہیں گے۔
چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی خبر کو باین طور فرمائی ہے کہ میری
تابعہ اربہت ہوں اسلئے کہ قرآن میرا معجزہ ہے کہ قیامت تک باقی رہے گا۔ اور
خود اللہ تعالیٰ جل شانہ ہی اسکا محافظ ہے۔ من کتاب و معجزت را را نعم بیش و کم کن
راز قرآن و انعم بآیتجہ او س کل کا یہہ ہے کہ بعد ختم نبوت اور تشریع کے تشریع اجتہاد
باقی رہی اور اس تشریع اجتہادی کا تعلق خلیفۃ اللہ اور نایب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی ذات سے ہے۔ کیونکہ انتظام عالم دینی ہو یا دنیوی ظاہری ہو یا باطنی
اوسکی ذات سے متعلق ہے۔ اگر اسکی تفصیل کرتا ہوں تو دفتر چاہئے صرف مولوی
محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفا کرتا ہوں مولوی صاحب
نے اپنے رسالہ امامت کے صفحہ ۹۸ پر شکوۂ شریف سے ایک حدیث نقل کر کے
اوسکے معنی یہ لکھے ہیں ملک شام میں ابدال ہوتے ہیں اور وہ چالیس ہوتے ہیں۔
جب کوئی انہیں سے مرتا ہے قائم کرتا ہے اللہ تعالیٰ بجائے اوسکے دوسرا اور
برستنا ہے مینہ اونکی برکت سے اور انتظام لیتے ہیں سلمان ازکی امداد سے کافروں
سے اور محفوظ رہتے ہیں اہل شام اونکی برکت سے عذاب سے۔ اہل تصوف نے ان
حضرات کی تحقیق نہایت طول طویل کی ہے اوسکی ضرورت نہیں خلاصہ یہ کہ تمام
عالم من خلیفۃ اللہ ہی کا فیض جاری اولہ ساری ہے۔ علماء ظاہری بذریعہ ملکہ علمی اور
بامداد خلیفۃ اللہ حسب ضرورت وقت اور انقلاب زمانہ موافق اصول شریعت بعض
امورات دینی اور دنیوی میں تغیر اور تبدل کر کے نئی صورت سے جدید تعینات اور
تقررات کرتے رہتے ہیں اور یہ تغیر اور تبدل حقیقت میں نہیں بلکہ حسب استعداد
اہل زمانہ موافق اصول شریعت کے ہوتا ہے اسلئے اسکو بھی علین شریعت کہا گیا
ہے اور اسکے منکر کو بے دین۔ کیونکہ یہ حضرات صاحبان امر میں داخل ہیں یہ حضرات

بہ پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ علم نہایت صالح اور پرتال کے ساتھ کتاب
 السداور سنت رسول اللہ کے اصول کے موافق حسب ضرورت وقت نئے کام اور
 جدید احکام میں حکم کرتے ہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ حکیم علی الاطلاق نے بہت سے
 احکامات کو بوجہ انقلاب زمانہ خلیفہ اسدی کی رائے پر منحصر چھوڑا ہے۔ اگر انکی تفصیل
 کی جاوے تو ایک دفتر چاہیے سمجھلہ اوکے ایک یہ امر ہے کہ چاہے کوئی شخص کیسی
 ہی عبادت اور ریاضت کیوں کرے تاوقتیکہ خلیفہ اسدی خواہ وہ نبی وقت ہو یا
 ولی وقت اطاعت نکرے گا اور اسکی غلامی میں داخل نہوگا اور اسکے حکم کی
 پیروی نکرے گا مردود ہی مرگیا چنانچہ فرمایا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ
 جو مرتا ہے بلبیت کے وہ مرتا ہے جاہلیت کا مرتا۔ بے عنایات حق و خاصان حق تو
 گر ملک باشد سیاہ ستیش ورق و علاوہ اسکے صحت جمعہ اور اعیاد اور جہاد اور حدود
 اور تقصیرات سب رائے خلیفہ اسدی پر منحصر ہیں۔ اور خلیفہ اسدی تمام احکامات میں
 موافق اصول شریعت کے اپنی رائے سے حکم کرتا ہے اور اسکا حکم حکم شرعی کیسا
 جاتا ہے۔ چنانچہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ امامت میں
 لکھا ہے۔ احکام امام کو احکام شرعیہ میں شمار کرنا چاہیے۔ اس مقام پر وہ لکھتے ہیں کہ
 شریعت عبارت ہے اوس مجموع سے جو کتاب السداور سنت رسول اللہ اور احکام
 خلیفہ اسدی سے مستفاد ہو۔ پس جسے کتاب اور سنت اصول دین مبین ہے ویسے ہی حکم
 امام بھی اولہ شرعیہ ہے اوسکے نزدیک ایمان بہ کتاب السداول اور ایمان برسول اللہ
 تافی اور یقین بخلیفہ اسد ثالث ہے۔ پس ظاہر ہو گیا کہ اجتہاد مجتہدین رضی اللہ عنہم اولہ
 شرعیہ بلکہ عین شریعت ہے اوسپر عمل کرنا واجب ہے اور ایماض کرنا بے دینی۔
 اسبطرح سے مجتہدان باطنی کا حال ہے کہ وہ حضرات بھی بالہام حق و بشارہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم اون احکامات شرعیہ کو جبکا حسب ضرورت وقت اور انقلاب

او کے اجتہاد پر مقرر ہونا منحصر ہوڑا گیا تھا نئی صورت سے ایجاد کرتے ہیں اور یہہہ ایچا
 او کی عین شریعت محمدی ہے ہوتی ہے کیونکہ اون احکامات کا تفسیر حکم حق اونہی کی
 ذات پر چھوڑا گیا تھا۔ جیسے کتاب الدین محض حکم نماز ہے مگر اوسکے تعین اوقات اور
 عدد رکعات اور سایر ارکان کو ذات محمدی پر منحصر ہوڑا تھا چنانچہ تمام کیفیت اوقات
 نماز اور تعین رکعات وغیرہ کی احادیث میں صاف اور صریح طور سے موجود ہے
 کہ نماز معراج المؤمنین ہے اور یہہہ بھی موجود ہے کہ نماز ایسے بڑھو کہ گویا تم خدا
 کو دیکھتے ہو اور جو ایسے نہو سکے تو یوں خیال کرو کہ گویا تم کو خدا دیکھتا ہے سو
 اسکے اور کسی قسم کی تشریح یا تصریح حقیقت نماز کی کتاب اور سنت میں نہیں
 پائی جاتی ہے اور وجہ نہ پائے جانے کی یہہہ ہے کہ اُسوقت کے اہل زمانہ کو
 اسکی ضرورت نہیں تھی کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو محض بیکرت صحبت رسول اللہ
 حقیقت نماز منکشف تھی جب وہ دور گزر گیا نابیان رسول خدا نے بالہام
 حق حقیقت نماز کی کیفیت اپنی اپنی کتابوں میں درج فرمائی اور اوسکے حصول
 کے واسطے نئے نئے اشغال اور اذکار اور افکار اور چلہ کشیان ایجاد فرمائیں
 جنکے ذریعہ سے اونکے زمانہ کے اہل زمانہ کو حقیقت نماز سے جو صحابہ رضی اللہ
 عنہم کو محض بوجہ صحبت حاصل تھی آگاہی ہوئی اور معراج المؤمنین کے لطف
 سے ذائقہ پایا۔ اور مقامات عالیہ سے مشرف ہوئے۔ چنانچہ مولانا جامی اور
 دیگر حضرات نے اپنی اپنی تصانیف میں یہہہ ظاہر کیا ہے کہ ایک عرصہ تک یہہہ
 علم جسکا تعلق حقیقت سے ہے سینہ بہ سینہ رہا۔ مگر ایک عرصہ کے بعد جبکہ بغیر
 اظہار اور بلا بیان اس علم کی راہ معرفت مسدود ہونے لگی تو سب سے اول پشوا
 عارفان حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے علم سینہ کو منبر پر کھڑے ہو کر بیان
 کیا اور مثل کتب احادیث وغیرہ کے کتب تصوف تصنیف فرمائیں۔ بعد آپکے

اکابر صوفیہ کرام نے صد ہا کتب تصنیف کیں اور بندگان خدا کو علم اسرار سے شرف
فرمایا۔ اور جو کچھ تعین اور تقرر کیا وہ عین صواب کیا کیونکہ حضرات بلا الہام حق
کوئی کام نہیں کرتے تھے انکا ہر کام خطا سے محفوظ ہوتا تھا اور ہوتا ہے۔

مومن اور یقین نور اللہ شدی پر از خطا و سہوا میں آمدی پر لوح محفوظ است اور پیشوا پر
از حد محفوظ است محفوظ از خطا پر خوب یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح سے حکیم علی الاطلاق
نے انبیاء علیہم السلام کو معصوم کیا ہے ویسے ہی اولیا رضی اللہ عنہم کو محفوظ۔

غور سے دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں لفظ قریب المعنی ہیں
محض ادب کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کو معصوم اور اولیا رضی اللہ عنہم کو محفوظ
کہا گیا ہے کیونکہ حقیقت عصمت حفاظت غیبی ہے یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ حضرت
انبیاء علیہم السلام کو اقوال اور افعال اور عبادات اور عادات اور معاملات
اور مقامات اور اخلاق اور احوال وغیرہ ہر حرکات اور سکونات ظاہری اور

باطنی میں مداخلت نفس اور شیطان اور خطا اور نسیان سے بقدرت کاملہ
خود محفوظ رکھتا ہے۔ اور نیز ملائکہ حافظین کو ان حضرات علیہم السلام کی حفاظت
کے واسطے مقرر فرماتا ہے۔ اور اگر کوئی فعل انحضرات سے صادر ہو بھی جاتا
ہے تو حافظ حقیقی انکو فوراً آگاہ فرماتا ہے اور عصمت غیبی بہر حال انحضرات کو
راہ راست پر لاتی ہے۔ اسکیو عصمت کہتے ہیں پس یہ ہی حفاظت جو انبیاء
علیہم السلام سے علاقہ رکھتی ہے اسکو عصمت کہتے ہیں اور اگر یہ ہی کسی دوسرے
کامل سے تعلق رکھتی ہے تو اسکو حفظ کہتے ہیں۔ علاوہ اسکے جس طرح سے

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے انبیاء علیہم السلام کو الہام سے برگزیدہ فرمایا ویسے ہی اولیا
رضی اللہ عنہم کو بھی الہام سے مشرف فرماتا ہے مگر بطریق ادب انبیاء علیہم السلام
کے الہام کو وحی کہتے ہیں اور اولیا رضی اللہ عنہم کے الہام کو الہام اور تحدیث

لکھتے ہیں۔ اسکی تفصیل دراز ہے ضرورت تصریح کی نہیں اصول یہ ہے کہ جن
 کمالات سے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو بہ گزیدہ فرمایا ہے
 اور جنکے ذریعہ سے وہ بندگان خدا کو دامن نجات فرماتے تھے ویسے ہی اولیاء
 کاملین کو جنکو مقام خلافت اور نیابت حاصل ہوتا ہے انہیں کمالات نبوت سے
 مشرف فرماتا ہے۔ پس انہی کمالات نبوت کے ذریعہ سے یا نبی صلی اللہ علیہ
 وسلم ہدایت خلق کے واسطے بالہام حق مامور اور ماذون ہوتے رہتے ہیں۔ اور
 بحالت ماموریت یہ حضرات جو نیا کام حسب ضرورت وقت بالہام حق یا باشارہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا ملکہ علمی کے ذریعہ سے ایجاد کرتے ہیں وہ عین شریعت
 ہوتا ہے۔ اور یہ عین او پر ظاہر کر آیا ہوں کہ گویا وہ کام انہی حضرات کی ذات پر
 منحصر تھا جیسے حقیقت نماز وغیرہ کا اظہار کرنا۔ پس اب کما حقہ ثابت ہو گیا کہ بعد
 تشریف بردی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے لیکر اوست
 تک اور تا زمانہ تشریف آوری محمدی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے جس قدر
 نئے احکامات اور جدید تعینات اور تقررات ظہور میں آئے ہیں اور آویں گے۔ اگرچہ
 کتاب اور سنت میں انکی تصریح نہ ہو محض خلیفہ اور نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم
 ہی کی رائے سے مقرر ہوئے ہوں وہ سب داخل شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم
 ہیں۔ اس قسم کے تعینات اور تقررات کا منکر منکر شریعت ہے۔ اگر ان سرداران
 دین کے احوال اور افعال داخل شریعت نہوتے تو اللہ تعالیٰ جل شانہ اور شارع
 علیہ السلام انکی اطاعت کا حکم فرماتے اطیعوا للہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم
 میں نکتہ یہ ہے۔ کہ احکامات شریعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب متین میں اصولاً
 بیان فرمایا اور انہی احکامات کے فروغاً اپنے نبی صاحب لولاک صلی اللہ علیہ
 وسلم کی معرفت تصریح فرمائی اور انہی احکامات کے حقیقت کو حسب ضرورت وقت

اپنے خلیفہ اور نائب رسول کے ذریعہ سے اور سیوقت حبسوقت کے واسطے اپنے علم
 میں اور نکاحاظهار مقرر فرمایا تھا اظہار فرمایا پس بموجب قول مولوی اسماعیل صاحب
 دہلوی جس کا حوالہ میں اوپر دے آیا ہوں شریعت نام ہے کتاب اللہ اور سنت رسول
 اللہ اور احکام خلیفۃ اللہ کا۔ پس مردود ہو گئے تمام اقوال ان لوگوں کے جنکے نزدیک
 بدعت ضلالت کی سیوقت خاص کے ساتھ متعلق ہے۔ بدعت کی نسبت بعض کا
 قول ہے کہ جو افعال اور تعینات بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے ہیں وہ کل
 بدعت ضلالت ہیں بعض کہتے ہیں کہ بعد قرون ثالثہ جو کام ایجاد ہوئے ہیں وہ
 بدعت میں داخل ہیں ایسے ہی انہیں لوگوں کے اور بھی اقوال ہیں۔ جبکا حاصل
 یہ ہے کہ بدعت ضلالت کو وقت کے ساتھ مقید کیا ہے۔ حالانکہ اس تحریر سے
 کماحقہ ظاہر ہو گیا کہ تاقیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ان لوگوں کے تمام اقوال
 کو دیکھ کر یہ بات عقل میں آتی ہے کہ فی الحقیقت یہ لوگ بدعت ضلالت کے معنی
 ہی نہیں سمجھے حالانکہ خود شارحین کلام علیہ السلام نے بدعت ضلالت کے تشریح
 فرمادی ہے کہ بدعت ضلالت وہ ہے جو مزاحم کسی سنت کی ہو مگر یہی ہر نئے کام
 کو بدعت ضلالت ہی کہے جاتے ہیں۔ فی نفسہ بدعت ضلالت میں وہی نئے کام داخل
 ہیں جو داخل شریعت نہیں۔ اور داخل شریعت وہ ہی افعال نہیں ہیں جو مخالف
 شریعت نے ایجاد کئے ہیں۔ جیسے معتزلہ اور جبریت اور قدریہ وغیرہ کے ایجادی افعال
 علی ہذا تاقیامت جو نیا کام کوئی مخالف شریعت ایجاد کرے گا وہ بدعت ضلالت
 میں داخل ہوگا۔ اور جو افعال جان نثاران شریعت ایجاد کریں گے عین شریعت ہوں گے
 علاوہ افعال معتزلہ وغیرہ کے فی زمانہ اور یہی بہت سے ایسے نئے کام مخالفان
 شریعت نے ایجاد کئے ہیں جو بدعت ضلالت میں داخل ہیں۔ جیسے دنیوی امور است
 میں عقد نکاح کے وقت حسب رواج خاندان بدادری اور یار دوستوں کو کہانا

کھانا اور دعوت ولیمہ کو ترک کرنا۔ بچوں کے پیدا ہونے میں بجائے عقیقہ کے چھٹی
 وغیرہ کرنا اور عقیقہ کو چوڑا سی طرح سے اور بہت سے امور میں ٹیگ بہہ تمام امور
 مزاحم سنت ہیں ان سے بچنا چاہئے۔ ایسے ہی عبادات میں بعض جاہل مخالف تہی
 صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کو فقیر بتاتے ہیں اور حمدی اور مسی اور زبور وغیرہ سے
 مثل عورات اپنے کو آراستہ کر کے عبادت کرتے ہیں یہ سب بدعت ضلالت
 ہے۔ اور مزاحم سنت ہے ایسے ہی بعض علماء تعلیم منطق وغیرہ کی اجرت لیتے۔ اور
 ایسے بعض حافظ قرآن قرآن خوانی کی اجرت لیتے ہیں چنانچہ فی زمانہ یہ بلا بہت
 پھیلی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ بجاوے اس قسم کے افسال بیشک بدعت ضلالت
 میں داخل ہیں باقی وہ افعال جنکے موجب خلیفہ اللہ اور نائبان رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم میں عین شریعت ہیں۔ انکو بدعت ضلالت کہنا بے ایمانی میں داخل
 ہے۔ جیسے فی زمانہ بعض ذلیم جاہل بوجہ عدم واقفیت رمضان ^{میں} لکھنؤ ^{میں} اللہ
 تابعی ^{میں} یحییٰ ^{میں} اللہ کے اور یہ باعث محرومی ذایقہ مزاحم شے اکثر ذکر کے
 محفل میلاد کو جسکو صاحبان حکمت نے یعنی اون لوگوں نے جو انقلاب زمانہ اور
 استعداد اہل زمانہ کی کیفیت سے یہ تعلیم غیبی آگاہ تھے ایجاد کیا ہے بدعت ضلالت
 کہتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ محفل میلاد زمانہ پاک صاحب لولاک اور
 وقت صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین میں نہیں تھے اسلئے بدعت ضلالت میں
 داخل ہے یہ دلیل ان لوگوں کی اسوجہ سے ذلیل ہے کہ انکو کنایتا اس خیر
 اور برکت سے انکار ہے جو زمانہ خاص صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم میں محیط
 عالم تھے جسکی وجہ سے سوائے شقیان ازلی کے تمام جن و انس اور جادات اور
 نباتات اور حیوانات سیراب اور مالا مال تھے صاحبان کمال یعنی صحابہ رضی اللہ
 عنہم کا تو ذکر ہی کیا ہے ان حضرات کا تو اسی زمانہ کامل کے واسطے ساتھ

استعداد کامل کے ظہور فرمانا موعود اور مقرر کیا گیا تھا۔ جیسے حاکم زمانہ صلی اللہ علیہ
 وسلم اور زمانہ کامل تھا ویسے ہی اہل زمانہ رضی اللہ عنہم کامل الاستعداد تھے
 جس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور تعلیم ظاہری اور نوجہ باطنی
 کا اثر کامل تھا ویسے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کی قابلیت قبولیت عالیٰ تھی ان حضرات
 رضی اللہ عنہم کو کوئی ضرورت اس قسم کے وسائل کی جو وسیلہ محبت ہوتے نہیں
 تھے اور انکو وصال صحبت محبوب اور وصل ذات محبوب ہر دم حاصل تھا اور یہ
 امر مسلم ہے کہ جس شخص کو وصال اور وصل معشوق حاصل ہو اسکو وسیلہ وصال
 معشوق کی تلاش کرنا گویا وصال معشوق سے محروم ہونا ہے۔ پس صحابہ رضی اللہ
 عنہم یا انکے صحبت یافتہ کو کیا ضرورت تھی کہ وہ وسیلہ وصال کی تلاش کرتے اگر
 یہ لوگ قرون ثلاثہ کی خیر اور برکت اور اہل قرون ثلاثہ کی استعداد کامل اور زمانہ
 مابعد کے نقص اور اہل زمانہ کی ناقص استعداد سے جسکی تکمیل بغیر وسیلہ ناممکن تھی
 پورے پورے آگاہ ہوتے تو محفل میلاد کو جو وسیلہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم ہے اور جسکو آگاہ لوگوں نے نہ آگاہی تمام ایجاد کیا ہے ہرگز بدعت ضلالت
 نہ کہتے۔ محفل میلاد کو تمام دنیا کے علماء حقانی مستحسن ثابت کرتے رہے ہیں جبکہ وضو
 نہیں کہ ایسے فعل کے واسطے دلیل استحسان پیش کروں جو اظہار من الشمس ہے۔
 آفتاب آمد دلیل آفتاب اگر ولایت باید از دے رو متاب ڈگر بان استعد
 عرض کرتا ہوں کہ یہ محفل کس غرض سے ایجاد کی گئی ہے۔

اصل حال یہ ہے کہ بموجب ارشاد ان کلام تھو الذلہ فاتبعونی یحببکم اللہ کے
 حصول محبت محبوب حقیقی منحصر کیا گیا ہے تا بعد ارمی محبوب کی محبوب صلی اللہ علیہ
 وسلم پر اور تا بعد ارمی کا حاصل ہونا منحصر ہے اور پر محبت متوقع کے اور محبت کے
 حصول کا بیان دراز ہے محبت کا حاصل ہونا مختلف طور پر بیان کیا گیا ہے

او کے تشریح کی ضرورت نہیں جسکو بطرح سے حاصل ہو جاوے مگر اسکی
 ترقی کا ہونا ترقی ذکر محبوب پر منحصر ہے چنانچہ صاحب شواکثر ذکرہ کا اشارہ
 اسطرف کو ہے اور خود خدا نے پاک نے اپنے کلام پاک میں اپنے ذکر کا
 حکم لفظ کثیر کے ساتھ فرمایا ہے۔ اب رہی کیفیت طریقہ ذکر کی اوسکا حال
 یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ذکر کی زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم میں ضرورت نہیں تھی کیونکہ اونکو سجدہ ذکر یعنی دیدار مذکور حاصل تھا بعد
 تشریف برمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیشک صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کے جمال ظاہری اور کمال باطنی کا ذکر جمع ہو کر کرنا شروع کیا بلکہ بعض
 عاشقان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ حضور کا ذکر سنتے ہی بیہوش
 ہو جاتے تھے اور بے دم ہو کر خاک پر گر پڑتے تھے پس ہر زمانہ کے حاکم یعنی نبی
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجالس ذکر کی ترتیب حسب ضرورت وقت و استعداد
 اہل وقت کے فرمائی کتب سیر کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانہ ایسا
 گذرا ہے کہ کامل الزمانہ لوگ اپنے اہل زمانہ کو جمع کر کے مجمع عام میں احادیث
 نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا کرتے تھے اور انکے اہل زمانہ اوسی مجلس
 کے ذریعہ سے محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف اور مالا مال ہوتے
 تھے ایک عرصہ تک محدثین نے نورانیت احادیث سے عالم کو منور کیا جب
 لوگوں کی استعدادیں ضعیف ہوتے دیکھیں تو بوجہ ضرورت وقت اور کیفیت اہل
 وقت کے مسئلہ سحری میں محفل میلاد ایجاد ہوئی۔ اور اس ایجاد کے مستحسن
 ہونے پر یہ سبب ضرورت وقت علما و وقت اور فضلاء نے زمانہ نے اجماع کیا۔
 چونکہ وہ کامل الزمانہ اور عاشقان رسول اور وارثان نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 تھے اسلئے انکے اجماع نے وہ کامل اثر ظاہر کیا کہ اس محفل کی عظمت ہر خاص

و عام کے ولین نقش کا کچھ ہو گئے۔ یہاں تک کہ صاحبان باطن نے چشم باطن اس
 محفل کو انوار باطنی سے معمور دیکھ کر اسکا انعقاد لازمی سمجھا۔ اور اس محفل کو
 باعث حصول درجات پایا بعض اکابرین سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اس محفل کے انعقاد کی نسبت ارشاد فرمایا یہ تمام حالات کتب دینیہ میں موجود
 ہیں جسکا دل چاہے دیکھ لے۔ پس یہ محفل محض اسوجہ سے ایجاد کی گئی ہے۔
 کہ اسکو نابیان رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وسیلہ وصال اور محبت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ الہام غیبی پایا ہے۔ اسلئے یہ محفل میلاد ہی اوسی قسم کی
 ایجاد میں داخل ہے کہ جو خلیفہ اللہ اور نایب رسول اللہ نے کیا ہے جسکی تشریح
 میں اوپر کر آیا ہوں اسواسلئے اسکا منکر بھی منکر شریعت ہے۔ اب رہا معاملہ قیام
 کا یہ ایک اسرار کی بات ہے اصول اسکا یہ ہے کہ بانیان محفل میلاد کو جو کہ
 عارف باللہ تھے محفل میلاد میں نزول رحمت خاص منکشف ہوتا تھا اور وہ اسکے
 عظمت کے مقابلہ میں بیٹھا رہتا ہے ادبی سمجھکر تعظیماً کھڑے ہو جاتے تھے جو آج تک
 رائج ہے چونکہ یہ فعل صاحبان حال کا تھا اسلئے اسکی مقبولیت اس درجہ کو پہونچی
 کہ اسپر علمائے ہر زمانہ کا اتفاق اور اجماع قائم ہو گیا چنانچہ اسوقت بھی خیر البلاد
 حرمین شریفین میں قیام ہوتا ہے اور وہاں کے علما اور صلحا اسکے مستحسن ہونے پر
 اجماع ہے۔ بس عوام مومنین کے واسطے علمائے اور صلحائے حرمین شریفین کا
 اجماع کافی ہے۔ باقی بعض علماء ہند کا جبکہ حال تباہ قیام کو شرک اور کفر کہنا اونکے
 حال کا گواہ ہے کیونکہ نہ کبر احلال کا ہے نہ لقمہ حلال کا ہے نہ گہر حلال کا ہے نہ
 نوکری حلال کی ہے۔ بہر جب یہ حال ہے تو اونکے قول و فعل پر عمل کرنا کیونکر حلال
 ہو گا۔ لایق عمل اوسی دیار کے علما اور صلحا کا قول ہے کہ جس دیار کو اللہ تعالیٰ
 نے محفوظ رکھا ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ مدینہ منورہ کے دونوں راستوں پر دو

فرشتے مقرر ہیں کہ وہ نگہبانی کرتے ہیں۔ اور دوسری حدیث میں یوں وارد ہوا ہے کہ مدینہ منورہ کی یہ خاصیت ہے کہ پلیدی اور چرکیت کو ایسا پاک کرتا ہے جیسے آہنگ کی دھوکنی چرک آہن کو صاف کرتی ہے یعنی مدینہ پاک پلیدی گناہوں کو ایسے صاف کرتا ہے جیسے دھوکنی لوہے کے میل کو تمام علما کا اسراجماع اور اتفاق ہے کہ تمام شہروں سے افضل مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ہیں۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب ہے کہ جو شخص مدینہ منورہ کی زمین کو پاک نہ کرے اور بادبانکی آب و ہوا کو ناخوش کرے وہ شخص واجب التعزیر ہے اور اسکو قید کرنا چاہئے اور سوت تک کہ جب تک وہ توبہ کرے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ کیا حال ہو گا اون علما کا جو ہند میں بیٹھ کر سود کے چندہ کے روپیہ سے علم تحصیل کر کے علماء حرمین شریفین کی نسبت الفاظ نامایم کہتے ہیں۔ اور اپنے علم کو علم دین کہتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی اور موقع پر اسکی تشریح کامل کروں گا کہ علماء ہند کے بمقابلہ علمائے حرمین شریفین کی کیا حالت ہو۔ اب چند کلمہ مسئلہ کذب باری عز اسمہ عرض کرتا ہوں۔

مسئلہ کذب باری کا موجد فرقہ ناری معتزلہ ہے۔ چونکہ پہر زمانہ زمانہ فساد کی تکمیل کا زمانہ ہے اسواسطے علماء زمانہ حسب استعداد و خود تاثیر زمانہ بعض اون مسائل کو بھی روق دینا اور زندہ کرنا چاہتے ہیں جنکو اون فساد میں علماء نے جو زمانہ فساد کے ابتدائی وقت کے علماء وقت سے ایجاد کیا تھا اور جنکو علماء رو باقی نے ایک دم میں رد و کورہ مردود کر دیا تھا۔ امت مرویہ میں یہ بھی ضرور ہوتا رہا ہے کہ ہر زمانہ میں دس یا پنج ذیل علم جاہل جمع ہو کر آیات قرآنی کے معنی حسب خواہش اپنے گروہ کے ایک نئے فرقہ کے موجد ہوتے رہے ہیں مگر بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ بمقابلہ علماء حقانی کے بچا ہی دیکھتے رہے ہیں۔ اور طرہ یہ کہ جو تازہ فرقہ خروج کرتا ہے وہ اپنے کو محمدی ہی کہتا ہے اور جو کچھ عرصہ تک اس فرقہ ناری کو قیام ہوتا ہے تو اس محمدیت

ہے کی آرمین ہوتا ہے اگر اس اسم پاک کی آرمین پکڑیں تو ایک بل ہی قیام نہو سجان
 اسد یہ شان رحمت العالمینی کی ہے یہ مقام جان تثار ان حقیقت محمدی صلی اللہ
 علیہ وسلم کے واسطے کامل اطمینان کا ہے۔ جب فرقہائے مخالف اسم پاک کے
 پیروہ میں اپنی مطلب بد آرہی کرتے ہیں تو عاشقان جانناز مقاصد ولی پر کیونکر کامیاب
 ہونگے شعر نام احمد چون چین یاری کند ژ تا کہ نورش چون مددکاری کند ژ نام احمد چون
 حصارے شد حصین و تا چه باشد ذات آن روح الامین و تا غرض کہ امت مرحومہ میں
 زمانہ فساد کے ابتداء سے اس وقت تک کہ اسکی انتہا کا وقت ہے موافق اور مخالف ہوتے
 چلے آئے ہیں۔ اور اس مخالفت اور موافقت کا باعث علم ہی ہوتا رہا ہو سجان اللہ
 علم ہی انسان کو درجہ انسانی سے گرا کر حیوانیت تک پہنچا دیتا ہے اور علم ہی حیوانیت
 کو درجہ انسانی تک اور انسان کو درجہ ملکی تک اور کامل انسان کو خدا جائے کہانت تک
 پہنچا دیتا ہے۔ اسکی تفصیل دراز ہے مجمل یہ ہے کہ جو شخص علم کو اسد واسطے سیکھتا
 اور سکھاتا ہے علماء حقانی کا درجہ پاتا ہے اور جو علم کو آلہ دنیا طلبی بناتا ہے وہ
 اپنے زمانہ میں بدترین زمانہ ہوتا ہے اور سب سے ادا اس قسم کے عالم کے دل
 میں مرض بے قید می پیدا ہوتا ہے یعنی ایسی خودی سمائی ہے کہ خود کو ایک عالم
 کا مقتدا بنانا چاہتا ہے یہ ہی وجہ ہوتی ہے کہ ان مقتداے دین کی
 پیروی اور تقلید سے انکار کرتا ہے جبکہ مقتداے ہونے پر سواد اعظم کا اتفاق
 ہوتا ہے۔ کیونکہ جب تک اون پیشوایان دین کے اقوال اور افعال میں جنکی پیروی
 میں لاکھوں اہل اسلام ہوں نکتہ چینی اور اعتراض نہیں کریگا کوئی اور کو جانیکا
 ہی نہیں زمانہ حال میں اکثر حضرات کا یہی حال ہے کہ کوئی حضرت امام اعظم رحمۃ
 اللہ علیہ پر نکتہ چینی کرتا ہے کوئی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض جھاتا ہے بلکہ
 علماء ظاہر کا حال ہے درویشوین سے کوئی واسطہ نبوت کو اور اگر ذات کا

طالب بننا چاہتا ہے کوئی بلا پیر اور استاد کے ذات ہی کو استاد بتاتا ہے پیر جی
 خلیل الرحمن صاحب سراسر اور فی حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
 علیہ کی ولایت اور کرامت پر جسکی صداقت کیواسطے اجماع امت موجود ہے اعتراض
 جادئے بہ کل خرابیاں محض مرض خود بینی ہی کی وجہ سے محیط عالم ہیں۔ نفس تقاضا
 کرتا ہے کہ شہرت ہو اگر اس شہرت کا حال ان لوگوں پر کمال جاوے تو فوراً ہی
 تائب ہو جاوین مگر کیونکر کمال سکتا ہے العلم حجاب الاکبر دامن گیر ہے۔ اس
 شہرت کی بجنسہ ایسی ہی کیفیت ہے کہ جیسے بروقت نزول آیہ پاک فا ذکر و نے
 اذکر کم کی یعنی پس یاد کر تم تمہکو یاد کرو نگاہ میں تمکو صحابہ رضی اللہ عنہم نے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ فاسق فاجر بھی تو اللہ تعالیٰ کو یاد
 کرتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ اونکو بھی یاد کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
 فرمایا کہ بیشک اونکو بھی یاد کرتا ہے مگر متقیونکو ساتھ رحمت کے یاد کرتا ہے اور
 فاسقون کو ساتھ لعنت کے یاد کرتا ہے۔ پس ایسے ہی اونحضرات کی شہرت کا حال
 ہے جو پیشوا یا ن دین کا مقابلہ کر کے شہرت حاصل کرتے ہیں بلکہ اونکی شہرت ہی
 اونکے واسطے باعث ذلت ہو جاتی ہے مصرعہ ہو نگرین کہائے نہ کیون جو کوئے
 جانا چوڑ دے و آدم بر سر مطلب۔ اسپر کل اولین اور آخرین کا اتفاق ہے کہ ذات
 باری اور صفات باری ازلی اور ابدی ہیں۔ اور کسی ازلی اور ابدی کہ تمام اول
 بمقابلہ اولیت او کیلئے آخر اور کل او آخر بمقابلہ آخریت او سکے کے اول اس اولیت
 اور آخریت کے کہ حقیقت کی دریافت میں پائے اور اک لنگ اور بیچ بیان اس
 حقیقت کے قافیہ شعور تنگ ہے کامل علم اس درجہ کا بخیر ہی ہے اور نہایت
 اور اک اس مقام کا عجز ہے ہر کامل حسب استعداد خود اس دریائے ناپید کنار
 میں شناوری کرتا ہے اور غوطہ لگاتا ہے مگر حد غوطہ حد ہے غوطہ لگانے والی کی

استعدائے نگہ دریا ناپید کنار کی۔ انچہ پیش نویش ازان رہ نیست و غایت فہم تست
 السنتیت و تعالیٰ السد عن ذالک علوا کبیرا و لا تفکروا فی ذات السد من اسبطرف
 کو اشارہ ہے کہ مت تلاش کرو ذات کی کنہ حقیقت کو اور یہی وجہ ہے کہ اکابر
 صوفیہ رضی اللہ عنہم نے اس مرتبہ کو منقطع الوجدانی بھی کہا ہے یعنی اس مرتبہ میں تصور
 وجدان نہیں ہے کیونکہ تصور وجدان کا تعلق مرتبہ علم سے ہے اور علم کا اثر وجدان
 ہے جب اس مرتبہ میں ظہور علم ہی نہیں تو وجدان کیسا۔ چونکہ لا تفکروا فی ذات السد
 کا حکم عاشقان جان تثار کے واسطے ہے لہذا تصور وجدان کا تعلق ہی عشاق
 ہی کی ذات سے ہے نہ ذات مطلق سے۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وجدان
 ذات ذات کو نہیں۔ سبحان السد اس آفتاب درخشندہ کے مقابلہ میں وہ ہی
 پیاری آنکھیں ٹٹکی باندہ کرد عوی دید کر سکتی ہیں جو سرمہ ماذغ سے سرگین
 ہوتی ہیں۔ اور سرمہ ماذغ سے وہ ہی آنکھیں سرگین ہو سکتی ہیں جو صاحب
 ماذغ البصر صلی اللہ علیہ وسلم کے پیاری راہ کو پیاری نظرون سے تلاش کر لیتے
 ہیں عجب جاتا ہے نظرون میں اوسی پردہ بیان جاتا ہے؛ یون تو ہر
 چلنے والا کسی نہ کسی راہ پر چل ہی رہا ہے اور یہی ضرور ہے کہ ایک نہ ایک رو
 زمانہ کے سرد گرم کو جھیلتا ہو اپنے مقام پر جا ہی ہو بچکا۔ مگر وہ پیاری اور
 سید ہی راہ کہ جیسر السد کا پیارا اور کل کا سہارا ہو کر گزرا ہے اور نہیں کو نصیب
 ہوتی ہے جو ازل ہی سے ہی شیفہ اور فریفتہ آئے ہیں۔ درد لدا حقیقی تک پہنچنے
 کی یہی ایک سید ہی اور قریب تر راہ ہے سوائے اس راہ کے کوئی راہ
 ایسی نہیں کہ درد لدا تک پہنچا سکے پس راہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ایک کامل
 وسیلہ وصول بارگاہ سلطانی ہے یہی وجہ ہے کہ تمام عشاق اس بے نیاز کے
 ہزاروں نیاز کے ساتھ اسی راہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش کرتے ہیں

اور جس طرح سے ابتدائیں اس راہ پر قدم قدم چلتے ہیں اور جس طرح سے انتہائیں
 بھی اسی راہ کا دم بہرتے ہیں۔ اگرچہ اس سفر میں درمیان میں متنازل ایسے ہی
 طے کرتے ہیں کہ جنگی آب و ہوا کی شدت اور حدت کا غلبہ مغلوب کر کے دعویٰ
 سبحانی ما اعظم شانی وغیرہ کا کرادیتا ہے۔ مگر شان معشوقی وہ شان ہے کہ ایک آن
 آن میں۔ فاتبعونی کا جلوہ دکھا کر مشتجانِ حسان وادہ کو طوفانِ بلا سے نکال کر آغوش
 یائے فاتبعونی میں چھپا لیتی ہے۔ فاتبعونی میں یائے تقرب واقع ہوتی ہے اس یائے
 تقرب سے سفرِ یارِ گاہ ہی آگاہ ہوتے ہیں اور جب وہ اپنے کو اس یائے تقرب
 کی آغوش میں دیکھتے ہیں تو ہلکھلایوں عرض کرتے ہیں کہ جیسے بانیِ ربطامی رحمتہ
 اللہ علیہ نے عرض کیا کہ بار خدا یا حبیبِ تکسینے سبحانی ما اعظم شانی کہا اور سیدِ تک
 میں کافر محسوس تھا اب زنا رتوڑ کر اشهد الا الا اللہ وحده لا شریک له
 و اشهد ان محمد عبدا ورسوله کہتا ہوں یہ مقام فضل ہے جس پر فضل ہوتا ہے اسکو
 اس دریائے ناپیدائنا کے طوفان سے جو سفر و یار معشوق میں پیش آیا ہے
 نجات دیتے ہیں اور عنایت خاص سے وہ تمیز عطا کرتے ہیں کہ اسکو الف احمد
 اور الف احمد کے اسرار سے حسب استعداد و فرد حصہ ملتا ہے گو یا یہاں پہونچکر ایمان
 حقیقی سے مالا مال ہوتا ہے اور جبکہ واسطے یہ منظور ہوتا ہے کہ وہ راہ میں ہی
 مارے جاوین وہ اسی دعویٰ انا الحق وغیرہ میں جان بحق ہو جاتے ہیں۔ غرض کہ ایمان
 حقیقی جب ہے نصیب ہوتا ہے کہ جب وسیلہ کبریٰ یعنی حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم
 بصد ناز و کرشمہ اشارۃ فاتبعونی فرما کر اپنی آغوش میں لیتی ہے اور یہی اشارہ
 اشارہ ہے طرف اسکے کہ اگر ہمارے عشق کا دعویٰ کرتے ہو تو آؤ ہمارے طرف
 ہمارے محبوب کے ذریعہ اور وسیلہ سے بیشک ہم کو پاؤ گے اسی مقام پر حضرت حنیہ
 بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے سالکان راہ کو خبر دی ہے کہ ہر دروازہ بند ہے مگر ایک

محمدی ہو چکے کیواسلئے کہلا ہوا ہے۔ اور مکاشفان اسرار حقیقت نے بتدریجہ وہ یوں ارقام
 فرمایا ہے کہ کل مخلوقات کا ظہور ہوگا اولیاً رضی اللہ عنہم اور انبیاء علیہم السلام اور سید الانبیاء صلی اللہ
 علیہ وسلم کی صفات فعلیہ حق سے ہوگا اور اولیاً کا ظہور اسما و صفاتیہ حق سے ہوگا اور انبیاء علیہم السلام
 کا ظہور اسکا ذاتی حق سے ہوا ہے مگر سید رسل صلی اللہ علیہ وسلم میں ظہور حق بالذات تھا۔ پس یہی حق
 ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سرور اربعہ مردود عالم کے تہمین سرور عالم یا محمد مصطفیٰ تھیں اور
 یہی وجہ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسخ تہی اکل ادیان کا کیونکہ ہر صاحب کتاب اور صاحب
 شریعت کا تعلق صفات تنہا جب بروز ذات نے بعد کمر و قمر طور اجمال فرمایا تو تمام صفات اپنی
 چہرہ نائین کو پروردہ حبا میں چھپایا اور اسی بروز ذات کی وجہ معراج محمدی صلی اللہ علیہ وسلم فوق
 عرش ہوئی کیونکہ ذات کو فوقیت ہر جمیع ہما پر اور یہی باعث ہے کہ ذات محمدی ہی صلی اللہ علیہ
 وسلم واسطہ تمامی فیوض و برکات ہوا کیونکہ جو صیقت ذات بابرکات صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ہزاروں ناز و انداز کے ساتھ خلوت خانہ کنت کنت اسے اپنے مقام خاص میں طور اجمال فرمایا
 اسے ساتھ ہی ظہور کے حضرت عشق موجود ہوئے اس مقام پر عشق کی ایسی مثال ہے جیسے نقش اہم
 کا ساتھ مسے کے اور عشق صفت کا ساتھ موصوف کے پس یہی کمال باعث ہوا اسکا کہ ذات
 ہویت کسی کمال کا اشارہ طرف اپنی ہویت کے نہیں کرتے اس اشارہ کی کیفیت وہ ہی ہوگی
 حسب استعداد اگاہ ہوتے ہیں جو اشارہ فاتبعونی سے آگاہ ہو گئے اور وہ ہی لوگ یہ لغزہ نگاہ
 ہیں کہ در دل از تک کوئی نہیں جاسکتا تا وقتیکہ دلدار کے دلدار کی دلداری نکرے اور کیونکہ
 جاسکتا ہے یہی محبوب تو ہے جو در میان عاشقان ذوالجلال اور ذات ذوالجلال کے ہزاروں
 جاہ و جلال کیساتھ تخت معشوقیت پر جلوہ افروز ہو۔ یعنی اوہ ہر ذات سے بصفت معشوقی ہمارا
 اوہ عشاقان ذات کا بصفت عاشقی و مسازہ اوہ ہر اسکواصل اوہ مخلوق کے شامل فیوض
 اوس برزخ کبریٰ میں تماخرق مشد کا اب برزخ کبریٰ کا حال سنئے کہ برزخ کبریٰ کیوں کہا۔ صحابہ
 بصیرت یوں لکھا ہے کہ ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم برزخ کبریٰ ہو در میان خالق او مخلوق کے

اور اس حقیقت محمدی کی و انظیر میں ایک طرف اپنی باطن کے اس نظر کا تعلق ولایت مطلق سے ہے
 یعنی ذات محمدی بقوت ولایت مطلق اپنی بطون سے بلا واسطہ فیض اقدس کو قبول کرتی ہے اور
 دوسری نظر ذات محمدی کی طرف اپنے ظہور کی ہر اس نظر کا تعلق نبوت مطلق سے ہے یعنی ذات
 محمدی بقوت نبوت مطلق اپنے ظاہر کو فیض پہنچاتے ہیں اس فیض کے لہجہ اور درجہ میں ذات محمدی
 لاشریک ہر کوئی اور سکا شریک نہیں۔ پس اب تمام اقوال اور ان کو گونج کر وہ ہو گئے جس کا یہ عقیدہ
 ہے کہ ہم انسان ہیں اور انسان منظر اتم ہونے کی وجہ سے بلا واسطہ فیاض سے فیض حاصل کرتا ہے
 یہ عقیدہ مردود نہیں معلوم یہ کیسی سیری اور شیخوخت ہے کہ کملی انکھون یعنی باوجود علم کے اور مسائل
 میں غلطی کہاتے ہیں جنہیں مجبور علماء ربانی کا اتفاق ہے اور ناحق طالبان حق کی راہ مار تے ہیں اور
 نہیں معلوم وہ طالبان حق کیسے طالب حق ہیں کہ ایسے ناحق شناسوں کو پسند میں پہنکر ناحق گمراہ
 ایمان بھی کہتے ہیں میں جہان تک خیال کرتا ہوں درویشوں میں سے یہ گروہ جس کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر
 کسی واسطہ کی ضرورت نہیں کہ ہر کوئی کسی رہبر کی حاجت نہ ہم استاد کی پروا کرتے ہیں سب بدتر ہے
 کیونکہ اس گروہ کو وسیلہ وصول محمدی ہی انکار ہے اور محبوب کے محبوب سے بھی۔ اور یہ اظہر من الشمس ہے
 کہ جسطرح محبوب محبوب ہوتا ہے اور سیطرہ وسیلہ وصول محبوب بھی محبوب ہوتا ہے یہ عجیب تماشا ہے
 کہ محبوب تو دعویٰ محبت اور محبوب کے محبوب نفرت محبوب کی تو تلاش اور وسیلہ وصال محبوب کے انکار
 لاجول ولاقوت الا باللہ العلیٰ العظیم اسم مقام پر اس قدر اور یہی عرض کرتا ہوں کہ وسیلہ محمدی کسی
 ایک عالم کے ساتھ مقید نہیں بلکہ ہر عالم میں حسب استعداد اہل عالم اور وسعت عالم کے ذات
 محمدی سے باران رحمت برستا ہے عالم اجسام میں حسب استعداد عالمیان فیض رسان ہے اور عالم ارواح
 میں جو کہ عالم اجسام سے وسیع ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض بھی وسیع ہے اس طرح سے جس قدر
 وسعت عالم ہوتی جاتی ہے اور سیقدر حضور کے فیض کی وسعت بھی بڑھتی جاتی ہے غرض کہ تمام مخلوقات
 حسب استعداد خود حضور سے فیض پاتی ہے۔ خیر اب میں یہ کہتا ہوں کہ ذات باری اور صفات باری
 کی انزلی اور ابیدی ہے یہ بلا تنگی اتفاق ہے۔ اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ قدرت باری موجودات

اور ممکنات میں جاری اور ساری ہو نہ کہ ذات اور صفات باری میں۔ بہرہین معلوم کہ کذب باری
 کے کیا معنی ہو سکے اور کذب باری تحت قدرت باری کے معنی لئے جاویں گے۔ اسکے صریح معنی یہ ہیں
 معلوم ہوتا ہے کہ بطرح قدرت باری کذابوں کے کذب میں حسب استعداد اون کے کے جاری اور
 طاری ہو دیکھے ہی قدرت باری ذات باری میں ہی جاری اور ساری ہے اور یہ قطعاً محال
 ہے یہ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ ذات مغلوب اور صفات غالب ہیں۔ بس لفظ کذب باری
 اور کذب باری تحت قدرت باری دونوں بے معنی اور دیوانوں کی بڑھ ہے مثلاً کوئی کہہ سکتا ہے
 کہ جیسے آفتاب کے اثر سے چرکین میں بد بو اور کیر پیدا ہو جاتی ہیں یہی وہ اثر آفتاب آفتاب میں بھی بد بو
 اور کیر پیدا کر سکتا ہے ہمیں ہرگز نہیں شعاع آفتاب سجد ذات خود پاک ہی ہر البتہ ناپاک چیزوں
 میں اون کی استعداد کے موافق بد بو وغیرہ پیدا ہو جاتی ہے۔ باران کہ درطافت طبعش خلاف نسبت
 درباغ لالہ روید و در بوم شورخس۔ میں کہتا ہوں کہ صفات ناقص میں قابلیت ہی نہیں کہ ذات
 پاک سے اون کا انصاف ہو سکے تاریکی شب میں یہ جبروت اور قابلیت ہی نہیں کہ وہ تجلی آفتاب
 کے مقابلہ میں قائم رہ سکے ایسے ہی تمام صفات ناقصہ اس قدوس کی قدوسیت کو مقابلہ میں
 نیست اور نابود ہیں۔ چنانچہ اسکا کامل ثبوت یہ ہے کہ اس پاک پروردگار نے اپنی اسمائیں اور نہیں
 اسکا کو غیر متضادہ رکھا ہے جس کے ضد میں صفات ناقص واقع ہیں اور صفات ناقص میں یہ قابلیت
 نہیں جو اس قدوس کی قدوسیت کے مقابلہ میں قائم رہ سکے پس ہر اسم ناقص متضادہ رہے جیسے قدوس
 یہ اسم تقدسی ہے اس کے ضد میں صفت ناقص واقع ہے جس کے معنی ناپاک کے ہیں لہذا یہ اسم غیر متضاد
 رہا اس طرح بقدر اسم تقدسی ہیں وہ سب غیر متضادہ ہیں اور وہ ہی اسماء متضادہ ہیں جسکی
 ضد میں بھی صفات کمال واقع ہے جیسے ظاہر اور باطن بھی و ہمیت وغیرہ اور اسماء کے اختلاف
 کی کیفیت اور نہیں پر منکشف ہوتی ہے جو باطن کے آنکھ سے عالم کے ہست اور نیست کو دیکھتی ہیں
 ایک جانب موجد اور محی اور مبدی اور منعم اور مقصور اور خالق کو مثل مہر و یان ناہن
 کے علیہ علیہ تخت پر جاوہ گرد کہتے ہیں کہ کس ناز و انداز کے ساتھ اپنے مظاہر کے جلو

کا تقاضا کر رہے ہیں اور کس سرعت کے ساتھ اونکی خواہش کے موافق جلوہ مظاہر ہو رہا ہو دوسرے
 جانب متعبد اور محسوس اور متضار اور قابض اور فز و اور واحد کیسی طرحی لگا ہوں
 اور اس جلوہ کے عدسیت اور حوائی مظاہر کا تقاضا کرتے ہیں اور کس خوبی کیساتھ ان
 اضداد کی خواہش پوری ہو رہی ہو اس سیر والے پر من خلق جدید کے حقیقی معنی منکشف ہوتے
 ہیں اور کل یوم ہوائی شان کی واقعی شان جلوہ گر ہوتی ہے۔ ایک آئین میں یہ تقاضا موصوفہ
 وغیرہ کے کل یوم ہوائی شان کا تماشا کرتا ہے دوسری آئین کل من علیہا فان کا جلوہ دکھاتا
 ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ سیر کو نصیب فرماوے آمین پر رب العباد۔ سوائے اسکے کہ ذات باری
 اور صفات باری ازلی اور ابدی ہیں قدرت باری انہیں جاری نہیں ایمان والوں
 کے واسطے وہ تعلیم کافی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنا اسماء کے بارہ میں فرمائی ہے یعنی وہ یہ
 فرماتا ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَسَنُ قَادِرٌ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ ذُو الْعَرْشِ الْمُبْدِي اور واسطے
 اسم کے نام ہیں نیک اچھے پس پکارو اور سکو ساتھ اور نکلے اور چوڑو اور نکو جو گمراہی کرتے ہیں
 حج ناموں اور اسکے کہ۔ تو اب جبکہ وہ خود فرما چکا کہ مجھ کو اور نہیں اسم سے یاد کرو جو نے
 خود اپنے واسطے تجویز فرمائے ہیں تو پر اب کسکو حجت ہے جو اسکے اسم میں کوئی اسم یا صفت
 میں کوئی صفت نئی اور جدید قائم کرے۔ بلکہ کل اولیا اللہ رضی اللہ عنہم کا اس پر
 اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اور نہیں اسم سے یاد کرنا چاہیے کہ جو اس نے اپنے واسطے مقرر
 فرمائے ہیں جو شخص کسی دوسرے اسم سے یاد کرے گا وہ مرتد ہے۔ اور یہ ہے اور یہ بھی
 لکھا ہے کہ اسم کا تقرر گویا رحمت ہے بند و نیر تاکہ کور باطن اپنی کوری باطن سے کوئی ایسا
 اسم تقرر نہ کرے جو اس ذات پاک کے لائق نہ ہو۔ پس ایسی صفت اسم پاک کو متصف
 کرنا کہ جسے اس نے اپنے کو متصف نہیں فرمایا ہے اس لئے کا مدعی بنتا ہے۔ پس لفظ
 کذب باری جیسے بے معنی ہو رہا ہے ہی خلاف قرآن ہی ہے اللہ تعالیٰ سب کو پکارا آمین پر رب العباد